جناب سید امجد علی حیدر آبادی
شریک دورۂ حدیث شریف، دار العلوم دیوبند

صنف نازک... تہذیب وتمدن کے آئینہ میں!

عورت کو آدھی دنیا کہا گیا، اور کہا جاتا ہے، اسلئے اس کو کسی بھی سماج یا ازم کیلئے نظر انداز کرنا آسان نہیں ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت انسانی حیات کی گاڑی کا لازمی پہیہ ہے، لیکن انسانی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ عورت آدھی دنیا ہونے کے باوجود اسے وہ اہمیت وحیثیت نہیں دی گئی جس کی واقعتاً وہ مستحق تھی، جس طرح قدیم تہذیب وتمدن (یعنی اسلام کی آمد سے قبل) نے عورت کے وقار کو تباہ کیا، اسی طرح جدید تہذیب نے بھی اسے شوپیس بنایا، اسے استعمال تو کیا لیکن اسے عزت نہیں بخشی، نمایاں تو کیا گیا لیکن عورت کے عورت پن کے خاتمے کی قیمت پر، آج وہ زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں تو نظر آتی ہے، لیکن یہ نمائندگی عزت وعصمت، حیاوشرم، گنوانے کی قیمت پر ملی۔

صنف نازک کے ادوار

عورت کے اس متضاد ادوار کے سلسلہ میں جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو افراط وتفریط کی کھینچ تان کا ایک عجیب سلسلہ نظر آتا ہے، ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عورت جو ماں کی حیثیت سے آدمی کو جنم دیتی ہے اور بیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہر نشیب وفراز میں مرد کی رفیق بنی رہتی ہے، اسی محسنہ کو اسلام سے قبل اس کے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا ہے، اس کی پیدائش کو نحوست تصور کیا جاتا ہے، اس کو ملکیت اور وراثت کے تمام حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس کو گناہ اور ذلت کا مجسمہ سمجھا جاتا ہے، پھر اسلام کا عظیم الشان دور آتا ہے، جو سسکتی انسانیت کے لئے مسیحا ثابت ہوا، مرد وزن کو اس نو خیز مذہب نے وہ احکامات اور تعلیمات دی جو دونوں کی جسمانی اور حیاتیاتی سانچوں کے عین مطابق ہے، دوسری طرف مغربی جدید تہذیب کا بڑھتا ہوا سیلاب نظر آتا ہے کہ وہی عورت اٹھائی اور ابھاری جارہی ہے مگر اس شان سے کہ اس کے ساتھ بداخلاقی اور بدنظمی کا طوفان بھی اٹھ رہا ہے، وہ حیوانی خواہشات کا کھلونا بنائی جاتی ہے، اس کو واقعی شیطان کا ایجنٹ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے، اور اس کے ابھرنے کے ساتھ انسانیت کے گرنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

تاریخ کے سفینے میں قیام دنیا کے بعد بے شمار تہذیبوں نے اپنے پیر پسارے، ان کے ماننے والوں نے اپنی تعلیمات کو بساط قوت سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی، جس کے عوض اس قوم کو اپنے ہی دور میں تہذیب ساز جیسے خطاب

ملے۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وہ قوم اپنی لنگڑی، ادھوری تہذیب اور بے اصل نظریات کے ساتھ دفن ہوگئی۔آیئے تاریخ سے ہم ایسی تہذیب اور سوچ رکھنے والی اقوام کی دو چار مثالیں پیش کریں۔

یونان: اقوام قدیمہ میں سے جس قوم کی تہذیب سب سے زیادہ شاندار نظر آتی ہے وہ اہل یونان ہیں، اس قوم کے ابتدائی دور میں اخلاقی نظریہ، قانونی حقوق، اور معاشرتی برتاؤ، ہر اعتبار سے عورت کی حیثیت بہت گری ہوئی تھی، یونانی خرافات (Mythology) میں ایک خیالی عورت پانڈورا (Pandora) کو اسی طرح تمام انسانی مصائب کا موجب قرار دیا گیا تھا، جس طرح یہودی خرافات میں حضرت حواء علیہا السلام کو قرار دیا گیا، ان کی نظر میں عورت ایک ادنیٰ درجہ کی مخلوق تھی، معاشرت کے ہر پہلو میں اسکا مرتبہ گرا ہوا رکھا گیا اور عزت کا مقام مرد کے لئے مخصوص تھا۔

روم: اہل یونان کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا، وہ اہل روم تھے، یہاں پھر وہی اتار چڑھاؤ کا منظر ہمارے سامنے آتا ہے جو اوپر آپ دیکھ چکے ہیں، رومی لوگ وحشت کی تاریکی سے نکل کر جب تاریخ کے روشن منظر پر نمودار ہوتے ہیں، تو ان کے نظامِ معاشرت کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنے خاندان کا سردار ہے، اس کو اپنی بیوی و بچوں پر پورے حقوقِ مالکانہ حاصل ہیں، بلکہ بعض حالات میں وہ بیوی کو قتل کر دینے کا بھی مجاز ہوتا ہے، نیز اس دور میں عورت اور مرد کے غیر نکاحی تعلق کو معیوب سمجھنے کا خیال بھی دلوں سے نکلتا چلا گیا، یہاں تک کہ بڑے بڑے معلمین اخلاق بھی زنا کو ایک معمولی چیز سمجھنے لگے، کاٹو جس کو ۱۸۴ء میں روم کا محتسب اخلاق قرار دیا گیا تھا صحیح طور پر جوانی کی آوارگی کو حق بجانب ٹھہراتا ہے، حتی کہ اپکسٹیٹس جو فلاسفۂ رواقیین میں بہت ہی سخت اخلاقی اصول رکھنے والا سمجھا جاتا تھا، اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے کہ:

''جہاں تک ہوسکے شادی سے پہلے عورت کی صحبت سے اجتناب کرو، مگر جو اس معاملے میں ضبط نہ رکھ سکیں انہیں ملامت بھی نہ کرو۔''

اخلاق و معاشرت کے بند جب اتنے ڈھیلے ہوگئے تو روم میں شہوانیت، عریانیت، اور فواحش کا سیلاب پھوٹ پڑا، تھیٹروں میں بے حیائی وعریانی کے مظاہرے ہونے لگے ننگی اور فحش تصویریں ہر گھر کی زینت کیلئے ضروری ہوگئیں، اہل روم کے یہاں عورت ذات کے سلسلہ میں نظریات ورجحانات نے اتنا زوال قبول کیا کہ اس کی تصویر کشی مشکل نظر آتی ہے، مشہور رومی فلسفی ومدبر سنیکا (۴ ق.م تا ۶۵) اہل روم کے طرزِ عمل پر ماتم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

''اب روم میں طلاق کوئی بڑی شرم کے قابل چیز نہیں رہی۔عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔''

مردوں کے اس رویہ کے بعد عورت ذات کا بھی مزاج بدلا، اور وہ بھی یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کرتی چلی گئیں۔مارشل (۴۳ تا ۱۰۴ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی۔اسی طرح جوونیل (۶۰ء تا ۱۴۰ء)

ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے۔ سینٹ جروم (۳۴۰ء تا ۴۴۰ء) ان سب سے زیادہ ایک باکمال عورت کا حال لکھتا ہے کہ جس نے آخری بار تیئیسواں شوہر کیا اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی۔

مسیحی یورپ: مغربی دنیا کے اس علاج کے لئے مسیحیت پہنچی، اور اوّل اوّل اس کی بڑی اچھی خدمات رہیں فواحش کا اس نے انسداد کیا، عریانیت کو زندگی کے ہر شعبے سے نکالا، اور پاکیزہ اخلاقی تصورات لوگوں میں پیدا کئے، مگر عورت اور صنفی تعلقات کے بارے میں آبائے مسیحیین دو بنیادی نظریئے رکھتے تھے جو فطرتِ انسانی کے خلاف اعلانِ جنگ تھے۔ ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ:

''عورت گناہ کی ماں، اور بدی کی جڑ ہے، معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے، اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کیلئے کافی ہے، اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہیئے، کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اس کو دائماً کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیئے، کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر مصیبت ولعنت لائی ہے۔''

ترتولیان جو ابتدائی دور کے ائمہ مسیحیت میں سے تھا، عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے کہ: ''وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی خدا کی تصویر... مرد کو غارت کرنے والی ہے۔''

کرائی سوسٹم جو مسیحیت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے عورت کے حق میں کہتا ہے کہ:

''وہ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے۔''

ان کا دوسرا نظریہ یہ تھا کہ: ''عورت اور مرد کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل احتراز چیز ہے، خواہ وہ نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔''

تجرد اور دوشیزگی معیارِ اخلاق قرار پائی، اور تأہل کی زندگی اخلاقی اعتبار سے پست اور ذلیل سمجھی جانے لگی۔

نظریات کا اثر: ان دونوں نظریات نے نہ صرف اخلاق اور معاشرت میں عورت کی حیثیت حد سے زیادہ گرادی بلکہ تمدنی قوانین کو بھی اس درجہ متاثر کیا کہ ایک طرف ازدواجی زندگی مردوں اور عورتوں کیلئے مصیبت بن گئی تو دوسری طرف عورت کا مرتبہ سوسائٹی میں ہر حیثیت سے پست ہو گیا۔

مسیحیت سے مغرب تک: مسیحی شریعت کے زیر اثر جتنے قوانین مغربی دنیا میں جاری ہوئے، ان سب کی مجموعی خصوصیات کو ہم اس طرح تقسیم کرتے ہیں:

(۱) معاشی حیثیت سے عورت کو بالکل بے بس کر کے مرد کے قابو میں دے دیا گیا، اور وراثت میں اس کے

حقوق نہایت محدود تھے، اور ملکیت میں اس سے بھی زیادہ محدود تھے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ تھی کہ طلاق وخلع کی سرے سے اجازت ہی نہیں تھی، زوجین میں ناموافقت، وباہمی تعلقات کے خراب ہونے کے باوجود مذہب وقانون ان دونوں کو زبردستی ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہنے پر مجبور کرتے تھے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ تھی کہ شوہر کے مرنے کی صورت میں بیوی کیلئے، بیوی کے مرنے کی صورت میں شوہر کیلئے نکاحِ ثانی کرنا سخت معیوب بلکہ گناہ قرار دیا گیا تھا۔

یہ چند مسیحی یورپ کی خصوصیات، اور صنف نازک کے تئیں ان کے فاسد نظریات تھے جو مختصراً آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ اب آگے تہذیب اہل مصر کو ملاحظہ فرمائیے:

مصر: مصر کی عظمت کے پرچم دنیا بھر میں لہرائے ہوئے تھے، وہاں فرعون اپنی بہن تک سے شادی کر لیتا تھا، دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے عورتوں کی قربانی دی جاتی تھی، دریائے نیل کو خوش کرنے کیلئے ایک دوشیزہ کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا، غرض یہ کہ عورت کو عملی زندگی کی تعمیر میں کسی بھی نوعیت کا اختیار حاصل نہیں تھا، مرد کی مکمل تقلید مصری عورتوں کا مقدر بن چکی تھی۔

ایران: ایران آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل ایک مہذب ملک مانا جاتا تھا، وہاں عورت کی حیثیت ایک حقیر جانور کی سی تھی، ایرانی لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو باعث ندامت سمجھتے تھے، نیز ایک عورت کو متعدد بھائیوں کی بیوی بناتے تھے، باپ کے مرنے کے بعد ماں کو ترکہ کے طور پر اپنے تصرف میں لاتے تھے۔

قدیم ہندوستان: یہ وہ مختصر سی تاریخی نشیب وفراز کی اس خطہ ارضی کی داستانیں تھی جو ماضی میں تہذیبوں کا گہوارہ رہ چکی ہیں، اور آج بھی جن کی تہذیب وتمدن، ثقافت وحضارت کا ڈنکا اس دنیائے فانی میں بجایا جارہا ہے، کچھ ایسی ہی داستان خود ہمارے ملک ہندوستان کی ہے، جو صدہا سال سے افراط وتفریط کا شکار ہے، جب ہم ہندوستان کی اس قدیم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو عورت ایک طرف داسی بنائی جاتی ہے، مرد اس کا سوامی اور پتی دیو یعنی مالک اور معبود بنتا ہے، اسے بچپن میں باپ کی، جوانی میں شوہر کی، اور بیوگی میں اولاد کی مملوکہ بن کر رہنا پڑتا ہے، اسے شوہر کی چتا پر بھینٹ چڑھایا جاتا ہے، اس کو ملکیت اور وراثت کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس پر نکاح کے بڑے سخت قوانین مسلط کئے جاتے ہیں جن کے مطابق وہ اپنی رضا اور پسند کے بغیر ایک مرد کے حوالے کی جاتی ہے، اور پھر زندگی کی آخری سانس تک اس کی ملکیت سے کسی حال میں نکل نہیں سکتی، اس کو یہودیوں، اور یونانیوں کی طرح گناہ اور اخلاقی و روحانی پستی کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا، اور اس کی مستقل شخصیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جاتا تھا، تو دوسری طرف جب اس پر مہر کی نگاہ ہوتی ہے تو اسے بھی خواہشات کا کھلونا بنا لیا جاتا تھا وہ مرد کے اعصاب پر سوار ہو جاتی ہے اور ایسے سوار ہوتی

ہے کہ خود بھی ڈوبتی ہے اور ساری قوم کو بھی لے ڈوبتی ہے۔

ہم نے مختصر طور پر مختلف ادوار کی تہذیب وتمدن کی علمبردار اقوام کے حالات آپ کے سامنے رکھے، ہمیں نہ ان اقوام کی تاریخ سے دلچسپی ہے اور نہ ہی ان کے کارناموں سے، کیونکہ وہ قومیں اپنی تعلیمات اور غیر متوازن نظریات کے ساتھ فنا ہو گئیں، اور ان سب کے بعد مذہب اسلام نے جو تعلیمات اہل دنیا کو دیں، اور جس روش پر لے کر یہ مذہب چلا، تو تجربات شاہد ہیں کہ دنیا نے امین وامان کا منہ دیکھا، جب اسلام عالم عرب کی حدود سے نکل کر اقوام عالم میں پھیلنا شروع ہوا، اور جس علاقے اور خطے میں بھی پہنچا فطرت کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے ہر ایک ملک کے باشندوں کے موافق آیا، ہر جگہ کے تمدن پر اس نے غلبہ پایا، ہر ایک کے علوم وفنون کی سرپرستی فرمائی، ذرہ برابر عقل سلیم اور فطرت سلیمہ رکھنے والوں نے دل کھول کر اسلام قبول کیا، اور اسلامی تہذیب نے ہر علاقے اور ہر خطے کو منور کیا۔

اسلام اور مغرب: جوں جوں زمانہ ترقی کرتا رہا اسلام مخالف سرگرمیوں میں بھی اضافہ اور نت نئے طریقے ایجاد ہوتے رہے، مغرب نے اسلام کے ہر اس نظریہ کو مٹانے اور داغدار کرنے کی پوری کوشش کی، جس کے زیر اثر ایک صحت مند انسانیت سانس لے رہی تھی۔ یورپ نے اسلامی نظریات وتعلیمات کے مقابل اپنی غیر متوازن نظریات کو لاکھڑا کیا، اس کی ظاہری چمک دمک دکھا کر سادہ دل انسانوں کو پھانسنے کی بھرپور کوشش کی۔ اور دوررس منفی نتائج سے بے خبر جدید تہذیب کے بہاؤ میں بہتے چلے گئے۔ اس تہذیب سے جتنا نقصان عورت ذات کو پہنچا کسی اور کو نہیں پہنچا۔ عورت کو گھروں سے نکال کر عام شاہراہوں پر نمائش کیلئے لاکھڑا کیا، اسلام نے اس کے برعکس اس کو عزت ومقام دیا۔

خیر! یہ بحث تو ہم بعد میں کریں گے، اس سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ مغربی تہذیب کے نظریات اور اس کے بنیادی عناصر، اس کا عروج وزوال، اور اس کے ماننے والوں کے خیالات آپ کے سامنے رکھیں۔

مغربی تہذیب کے بنیادی عناصر

وہ نظریات جن پر نئی مغربی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ہم اس کو تین عنوانوں کے تحت تقسیم کرتے ہیں:

(۱) عورتوں اور مردوں میں مساوات (۲) عورتوں کا معاشی استقلال (۳) مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط

مساوات

مساوات کے یہ معنی لئے گئے کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقی مرتبہ، اور انسانی حقوق میں مساوی ہوں؛ بلکہ تمدنی زندگی میں عورت وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں، اور اخلاقی بندشیں عورت کیلئے بھی اسی طرح ڈھیلی کر دی جائیں جس طرح مرد کیلئے پہلے سے ڈھیلی ہیں۔ مساوات کے اس غلط تخیل نے عورت کو اس کے ان فطری وظائف سے غافل اور منحرف کر دیا، جن کی بجا آوری پر تمدن کی بقاء بلکہ نوع انسانی کی بقاء کا انحصار ہے۔ مغرب کے اس بنیادی نظریئے نے جو تباہی پھیلائی، اور اس کے تناظر میں جن سنگین برائیوں نے جنم لیا وہ دنیا کے سامنے ہے۔

حیاتیاتی تضاد

اسلام کی نظر میں عورت و مرد دونوں برابر نہیں ہیں، ہر ایک کا دائرۂ عمل شریعت نے الگ الگ مقرر کیا ہے، اور ماضی قریب تک اسی اصول پر دنیا قائم رہی، مگر جب سائنسی دور شروع ہوا تو اس اصول کا بہت مذاق اڑایا گیا، اور اس کو دور جہالت کی یادگار قرار دیا گیا، چنانچہ ساری دنیا میں اور خاص طور سے مغرب میں اس اصول پر ایک نئی سوسائٹی ابھرنا شروع ہوئی، مگر طویل تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مرد اور عورت دونوں پیدائشی طور پر یکساں نہیں ہیں، اس لئے دونوں کو یکساں فرض کر کے جو سماج اور معاشرہ بنایا جائے وہ لازمی طور پر بے شمار خرابیاں پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔

پہلی بات آپ یہ سمجھ لیں کہ عورت اور مرد میں فطری صلاحیتوں کے زبردست نوعی اختلافات ہیں، اس لئے دونوں کو مساوی حیثیت دینا اپنے اندر ایک حیاتیاتی تضاد رکھتا ہے، ڈاکٹر الکس کیرل، عورت اور مرد کے فعلیاتی (Physiological) فرق کو بتاتے ہوئے لکھتا ہے:

''مرد اور عورت کا فرق محض جنسی اعضاء کی خاص شکل، رحم کی موجودگی، حمل یا طریقہ تعلیم ہی کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ یہ اختلافات بنیادی قسم کے ہیں، خود نسیجوں کی بناوٹ اور پورے نظام جسمانی کے اندر خاص کیمیائی مادّے جو خصیۃ الرحم سے مترشح ہوتے ہیں، ان اختلافات کا حقیقی باعث ہیں، صنف نازک کے ترقی کے حامی ان بنیادی حقیقتوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جنسوں کو ایک ہی قسم کی تعلیم، ایک ہی قسم کے اختیارات، اور ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں ملنی چاہئیں، حقیقت یہ ہے کہ عورت، مرد سے بالکل ہی مختلف ہے، اس کے جسم کے ہر ایک خلیے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے، اس کے اعضاء اور سب سے بڑھ کر اس کے اعصابی نظام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے، فعلیاتی قوانین (Physiological laws) اتنے ہی اٹل ہیں، جتنے کہ فلکیات (Sidereal world) کے قوانین اٹل ہیں، انسانی آرزوؤں سے نہیں بدلا جاتا، ہم ان کو اسی طرح ماننے پر مجبور ہیں، جس طرح وہ پائے جاتے ہیں، عورتوں کو چاہئے کہ اپنی فطرت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ترقی دیں، اور مردوں کی نقالی کی کوشش نہ کریں۔'' (Manthe unknown, P.93.)

مغرب میں اسی نظریے نے خاندان کا نظام، جو تمدن کا سنگ بنیاد ہے، بری طرح منتشر کر دیا ہے، مساوات کے اس غلط تخیل نے عورتوں اور مردوں کے درمیان بداخلاقی میں مساوات قائم کر دی ہے۔ وہ بے حیائیاں جو کبھی مردوں کے لئے بھی شرمناک تھیں، اب وہ عورتوں تک کیلئے شرمناک نہیں رہیں۔

عورتوں کا معاشی استقلال اور اس کے نتائج

عورت کے معاشی استقلال نے اس کو مرد سے بے نیاز کر دیا ہے، وہ قدیم اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر

کا انتظام کرے، اب اس نئے قاعدے سے بدل گیا کہ عورت اور مرد دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ اس انقلاب کے بعد دونوں کی زندگی میں بجز ایک شہوانی تعلق کے اور کوئی ایسا ربط باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے پر مجبور کرتا ہو۔ یہ تجربہ ہے کہ جو عورت اپنی روٹی آپ کماتی ہے وہ اپنی تمام ضروریات کی خود کفیل ہے، اپنی زندگی میں دوسرے کی حفاظت اور اعانت کی محتاج نہیں ہے، وہ آخر محض اپنی شہوانی خواہش کی تسکین کے لئے کیوں ایک خاندان کی ذمہ داری کا بار اٹھائے؟ خصوصاً جبکہ اخلاقی مساوات کے تخیل نے اس راہ سے وہ تمام رکاوٹیں بھی دور کر دی ہوں جو اسے آزاد شہوت رانی کا طریقہ اختیار کرنے میں پیش آسکتی تھیں۔

یہ وہ چیز ہے جس نے مغربی معاشرت کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں، آج ہر ملک میں لاکھوں .وان عورتیں تجرد پسند ہیں، جن کی زندگیاں آزاد شہوت رانی میں بسر ہو رہی ہیں۔ منع حمل، اسقاط، قتل اولاد، شرح پیدائش کی کمی، اور ناجائز ولادتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد بڑی حد تک اسی سبب کی رہین منت ہے، بدکاری، بے حیائی، اور امراض خبیثہ کی ترقی میں بھی اس کیفیت کا بڑا دخل ہے۔

مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط

مغربی معاشرت کی تیسری بنیادی فکر مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط ہے۔ یہ نظریہ آندھی اور طوفان کی طرح اقوام عالم میں پھیل رہا ہے، تباہی اور بربادی اس آواز کا مقدر ہے۔ مقامی روایات اور تہذیب کو اس نظریہ کی بدولت بھینٹ چڑھنا پڑا۔ نئی نسل ذہنی طور سے مفلوج اور قوت و ارادہ سے کھوکھلی ہو کر رہ گئی ہے۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط نے عورتوں میں حسن کی نمائش، عریانیت، اور فواحش کو غیر معمولی ترقی دے رہی ہے۔ حسن و جمال کی یہ نمائش رفتہ رفتہ تمام حدود کو توڑتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ برہنگی کی آخری حد کو پہنچ کر ہی دم لیتی ہے۔ اس وقت مغربی تہذیب میں صنف مقابل کیلئے مقناطیس بننے کی خواہش عورت میں اتنی بڑھ گئی ہے، اور اتنی بڑھتی چلی جا رہی ہے کہ شوخ و شنگ لباسوں، غازوں اور سرخیوں اور بناؤ سنگھار کے نت نئے سامانوں سے اس کی تسکین نہیں ہوتی۔ بے چاری تنگ آکر اپنے کپڑوں سے باہر نکل پڑتی ہے۔ یہ گھن بڑی تیزی سے مغربی قوموں کی قوت حیات کو کھا رہا ہے۔ یہ گھن لگنے کے بعد آج تک کوئی قوم نہیں بچی، ایسے ماحول میں خصوصاً ان کی جوان نسلوں کو وہ ٹھنڈی اور پرسکون فضا میسر ہی کہاں آسکتی ہے جو ان کی ذہنی اور اخلاقی قوتوں کے نشو و نما کیلئے ناگزیر ہے۔

فلکیاتی قوانین کی مخالفت

یہ جیتی جاگتی صداقت ہے کہ جس قوم نے بھی طبیعی اور فلکیاتی قوانین کو تسلیم نہیں کیا ہے، اور ان کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے تو اس قوم کے تمدن کے اندر زبردست خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثال کے طور پر مغرب نے طبیعی اور فلکیاتی قوانین کو چھوڑ کر ''مساوات'' جیسے کمزور اور بے بنیاد فلسفے کی بنیاد ڈالی، اس کے برے نتائج ہم گذشتہ سطروں میں

مختصر طور سے بیان کر آئے ہیں۔ پھر اس غلط فلسفے کی وجہ سے دونوں صنفوں کے درمیان جو آزادانہ اختلاط پیدا ہوا ہے اس نے جدید سوسائٹی میں نہ صرف عصمت کا وجود باقی نہیں رکھا، بلکہ ساری نو جوان نسل کو طرح طرح کی اخلاقی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے، آج مغربی زندگی میں یہ بات عام ہے کہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتی ہے، اس کو سر درد اور بے خوابی کی شکایت ہے، وہ کچھ دیر اپنی ان تکالیف پر گفتگو کرتی ہے، اس کے بعد ایک مرد کا ذکر کرتی ہے جس سے وہ ابھی جلد ہی ملی تھی، اتنے میں ڈاکٹر محسوس کرتا ہے کہ وہ کچھ رک رہی ہے، تجربہ کار ڈاکٹر اس کی بات سمجھ کر آگے بات شروع کر دیتا ہے۔

(Well, then he asked you to his flat. What did you say?)

لڑکی جواب دیتی ہے:

"How did you know? I was just going to tell you that"

اسکے بعد لڑکی جو کچھ کہتی ہے، اس کو ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں، چنانچہ علمائے جدید خود بھی اس تلخ تجربے کے بعد اس نتیجے میں پہنچے ہیں کہ آزادانہ اختلاط کے بعد عصمت وعفت کا تحفظ ایک بے معنی بات ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک مغربی ڈاکٹر کے احساسات ملاحظہ فرمایئے وہ لکھتا ہے:

"There can come a moment between a man and a woman when control an judgement are impossible"

یعنی اجنبی مرد اور عورت جب باہم آزادانہ مل رہے ہوں تو ایک وقت ایسا آجاتا ہے، جب فیصلہ کرنا اور قابو رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کی خرابیوں کو مغرب کے دردمند او ادشدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ یورپ کی ایک مشہور خاتون ڈاکٹر میرین ہیلرڈ نے آزادانہ اختلاط کے خلاف ختہ مون لکھا، وہ کہتی ہیں:

"As a doctor, i dont believe there is such a thing as platonic relationship between a man and a woman who are alone together a good deal"

یعنی بحیثیت ڈاکٹر میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ عورت اور مرد کے درمیان بے ضرر تعلقات بھی ممکن ہے، مگر اس کے باوجود یہی خاتون ڈاکٹر لکھتی ہیں:

''میں اتنی غیر حقیقت پسند نہیں ہو سکتی کہ یہ مشورہ دوں کہ نو جوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کا بوسہ لینا چھوڑ دیں، مگر اکثر مائیں اپنی لڑکیوں کو اس سے آگاہ نہیں کرتیں کہ بوسہ صرف اشتہا پیدا کرتا ہے نہ کہ وہ جذبات کو تسکین دیتا ہے۔'' (ایڈرز ڈائجسٹ، دسمبر ۱۹۵۷ء)

خاتون ڈاکٹر یہ کہہ کر بالواسطہ طور پر خدائی قانون کو تسلیم کرتی ہے، کہ آزادانہ اختلاط کے ابتدائی مظاہر جومغربی زندگی میں نہایت عام ہیں، وہ جذبات میں ٹھہراؤ پیدا نہیں کرتے، بلکہ اشتہا کو بڑھا کر مزید تسکین نفس کی طرف ڈھکیلتے ہیں، اور بالآخر انتہائی جنسی جرائم تک پہنچادیتے ہیں، مگر اس کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس محرک شیطنت کو کس طرح حرام قرار دے۔

مخلوط تعلیم

عصر جدید میں آزادانہ اختلاط کو فروغ دینے کیلئے ایک بہت بڑا محرک مخلوط تعلیم بھی ہے، ایسی تعلیم گاہوں میں جذبات کو بھڑکانے کیلئے ایک پورا آتش خانہ موجود ہوتا ہے، اوران کے بڑھتے ہوئے جذبات کی تسکین کیلئے ہر قسم کا سامان بھی کسی وقت کے بغیر فراہم ہوجاتا ہے، جس ہیجانِ جذبات کی ابتدا بچپن میں ہوئی تھی یہاں پہنچ کر اس کی تکمیل ہوجاتی ہے، بدترین، فحش لٹریچر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے زیر مطالعہ رہتا ہے، عشقیہ افسانے، نام نہاد آرٹ کے رسالے، صنفی مسائل پر نہایت گندی کتابیں، اور منع حمل کی معلومات فراہم کرنے والے مضامین، یہ ہیں وہ چیزیں جو عنفوانِ شباب میں، مدرسوں، کالجوں کے طالبین وطالبات کے لئے سب سے زیادہ جاذب نظر ہوتی ہیں۔

مشہور امریکن مصنف ہینڈرچ فان لون (Hendrich fan loon) کہتا ہے کہ:

''یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے، گندگی، فحش اور بیہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں اس قدر آزادی کے ساتھ پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں، دونوں صنفوں کے جوان افراد ان پر نہایت آزادی، اور بے باکی سے مباحثے کرتے ہیں، اوراس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مل کر Petting parties کے لئے نکلتے ہیں، جن میں شراب وسگریٹ کا استعمال خوب آزادی سے ہوتا ہے، اور ناچ رنگ سے پورا لطف اٹھایا جاتا ہے۔'' (Howican gat marriod)

اسلام کا نقطہ نظر

اسلام میں عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ انکی تعلیم وتربیت کو اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم وتربیت ضروری ہے، رسول اللہ...... سے جس طرح دین واخلاق کی تعلیم مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی حاصل کرتی تھیں، آپ نے ان کیلئے اوقات متعین فرمادیئے تھے جن میں وہ آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتی تھیں، آپ کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلمہ تھیں، اور بڑے بڑے صحابہ وتابعین ان سے حدیث، تفسیر، فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اشراف تو درکنار نبیؐ نے لونڈیوں تک کو علم اور ادب سکھانے کا حکم دیا، چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

ایّما رجل کانت عنده ولیدة فعلّمها فأحسن تعلیمها وأدّبها فأحسن تأدیبها ثم

أعتقها وتزوّجها فلهٗ أجران. (بخاری شریف، کتاب النکاح)

(جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب تعلیم دے، اور عمدہ تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔)

پس جہاں تک نفس تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے۔ البتہ نوعیت میں فرق ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اس کو ایک بہترین بیوی، بہترین ماں، اور بہترین گھر والی بنائے۔ اس کا دائرۂ عمل گھر ہے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان علوم کی تعلیم دی جانی چاہیے جو اس دائرہ میں اسے زیادہ مفید بنا سکتے ہیں، مزید برآں وہ علوم بھی اس کے لئے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنانے والے اور اس کے اخلاق کو سنوارنے والے اور اس کی نظر کو وسیع کرنے والے ہیں۔ ایسے علوم اور ایسی تربیت سے آراستہ ہونا ہر مسلمان عورت کے لئے لازم ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی عورت غیر معمولی عقلی و ذہنی استعداد رکھتی ہو، اور ان علوم کے علاوہ دوسرے علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرنا چاہے تو اسلام اس کی راہ میں مزاحم نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کیلئے مقرر کیے ہیں۔

تہذیب نو اور مغربی خواتین کی سوچ

ہم نے آپ کے سامنے مغربی تہذیب کی بنیادی فکر رکھی، ان کے برے نتائج آپ کے سامنے آئے، مغرب کی ان ہی بنیادی سوچوں سے بے شمار خرابیوں نے جنم لیا، جنھوں نے عورت ذات پر اس کی عزت و عظمت کے سارے دروازے بند کر دیئے، اور اس کو ایسے گندے ماحول میں قید کر دیا، جس کے اثرات اس کی نسل کو بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں، عورتوں کے ناموس کو تباہ کر دیا گیا، اس کو بے حیائی، بے شرمی کا اڈہ بنا دیا گیا، عورت کو اس مقام تک لانے کیلئے ''آزادیٔ نسواں'' جیسے پرفریب وخوبصورت نعرے دیئے گئے۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ دنیا کبھی بھی عقل اور فہم رکھنے والوں سے خالی نہیں رہی۔ دور اندیش نتائج کے مشاہدہ کے بعد خواتین اس تہذیب سے تنفر کا اظہار کر رہی ہیں، اور مغرب کی اس تحریک کو عورت کے ساتھ بغاوت قرار دے رہی ہیں، چنانچہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے چند خواتین نے کہا کہ اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ: "Women copying men, an exercisein which woman hood has naintrensic valve" (ترجمان دیوبند، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۵ء)

''عورتیں مردوں کی نقالی کریں، اور یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں نسوانیت کی اپنی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔''

مسئلہ حجاب: اسلام اور مغرب کے درمیان

مغرب کے بنیادی افکار سے جنم لینے والے مسائل بہت زیادہ ہیں، بعض کو ہم آپ کے سامنے رکھ چکے ہیں، حجاب بھی ایک ایسا ہی مسئلہ ہے، مغرب نے یہ رجحان پیدا کر کے خواتین کو اپنی ہی صنف کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔

ہے، یہ وہ عمل ہے جس نے خواتین سے ان کی نسوانیت چھین لی ہے۔ یورپ نے پردہ اور نقاب کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا، اپنے لٹریچر میں اس کی نہایت گھناؤنی اور مضحکہ انگیز تصویریں کھینچیں، اسلام کے عیوب کی فہرست میں عورتوں کی ''قید'' کو نمایاں جگہ دی۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ سب مسائل ''مساوات اور آزادی'' جیسے عنوانات سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہر طرف بے حیائی، اور بے شرمی گشت کر رہی ہے، جو لائق بیان نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کے تحفظ و عصمت کا جو تصور دیا اور اس کیلئے جن اصول وضوابط کا انتخاب کیا وہ آج بھی اور قیامت تک ہر قوم کے لئے، ہر میدان میں باعث امن وامان ہیں۔

شرعی ہدایات

شریعت اسلامیہ نے دونوں صنفوں کو ایسے متوازن احکامات دیئے ہیں جو کمی بیشی کو قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی بھی صنف اپنے اس دائرہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کو ندامت اور شرمندگی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ قرآن کریم میں پردہ، عفت وعصمت کے تاکیدی احکام، اغیار کے سامنے اظہار زینت کی ممانعت، غضِ بصر کے متعلق خاصی مقدار میں احکامات موجود ہیں، ہم یہاں سورۂ ''نور'' کی ایک جامع آیت کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں جو مذکورہ بالا تمام احکام کے علاوہ دیگر احکامات پر بھی مشتمل ہے:

''اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں، اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو، اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اُس میں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر، اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے، یا اپنے باپ کے، یا اپنے خاوند کے باپ کے، یا اپنے بیٹے کے، یا اپنے خاوند کے بیٹے کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنے ہاتھ کے مال کے، یا کاروبار کرنے والوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے جنھوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو، اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگار اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔'' (ترجمہ شیخ الہند)

عورت کا دائرۂ عمل

شریعت اسلامیہ نے مرد وعورت کیلئے الگ الگ دائرۂ عمل طے کر دیا ہے، کسب مال کی ذمہ داری مرد کے سر رکھی، اور گھر کا انتظام عورت سے متعلق رکھا، حدیث شریف میں آپ......کا ارشاد ہے: المرأة راعية على بيت زوجها، وهي مسئولة (بخاری شریف: باب قوا أنفسكم وأهليكم نارًا)

(عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے، اور وہی اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے۔)

اس کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا جو بیرونِ خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں، مثلاً نمازِ جمعہ، جہاد، جنازہ میں شرکت، عورت کے لئے ضروری نہیں، نیز شریعت نے اس کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت بھی نہیں

دی۔اس کے علاوہ اسلام نے جو نظریۂ حجاب عورتوں کو دیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ان کے تحفظ کا واحد ذریعہ یہی ہے، اس سے ان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے، عورتوں کو کھلے چہروں کے ساتھ باہر پھرنے کی عام اجازت دینا ان مقاصد کے بالکل خلاف ہے، جن کو اسلام اس قدر اہمیت دے رہا ہے۔ایک انسان کو دوسرے انسان کی چیز جو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہرہ ہی تو ہے، نگاہوں کو سب سے زیادہ وہی کھینچتا ہے، جذبات کو سب سے زیادہ وہی اپیل کرتا ہے۔آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ صنفی تحریک میں جسم کی ساری زینتوں سے زیادہ حصہ اس فطری زینت کا ہے جو اللہ نے چہرے کی ساخت میں رکھی ہے۔

نشو ونما

مغرب نے ایک ظالمانہ اجتماعی نظام ''آزادی'' کے عنوان سے اہل دنیا کو دیا، لیکن یہ تاریخی صداقت ہے کہ جن لوگوں نے ابتداءً اس نظام کو پیش کیا وہ خود بھی اس کے منطقی نتائج سے آگاہ نہ تھے، شاید ان کی روح کانپ اٹھتی اگر ان کے سامنے وہ نتائج متمثل ہو کر آجاتے جن پر ایسی بے قید اباحت اور ایسی خودسرانہ انفرادیت لازماً منتہی ہونے والی تھی۔بالآخر اس تصور نے مغربی ذہن میں جڑ پکڑ لی اور نشو ونما پانا شروع کر دیا۔

ایک انگریز مصنف ''جارج رائیلی اسکاٹ'' اپنی کتاب ''تاریخ الفحشاء'' (A history of prostitution) میں ایک جگہ عورتوں اور خصوصاً والدین کو ان حالات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ''عورتوں کی آزادی کا بھی ان حالات کی پیدائش میں بہت کچھ دخل ہے۔گذشتہ چند سالوں میں لڑکیوں پر سے والدین کی حفاظت اور نگرانی اس حد تک کم ہوگئی ہے کہ تیس یا چالیس سال قبل لڑکوں کو بھی اتنی آزادی حاصل نہ تھی جتنی اب لڑکیوں کو حاصل ہے''

تین محرّکات

یہ تو جارج صاحب کا اپنا خیال تھا، لیکن ہماری نظر ایک امریکن رسالے پر جاتی ہے، وہ اس بداخلاقی کیلئے تین اسباب کو ذمہ دار مانتا ہے، چنانچہ رسالہ لکھتا ہے:

''تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے۔اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو بھڑکاتی ہی نہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس، اور بسا اوقات ان کی برہنگی، اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال، اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔یہ تین چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں۔''

اپنی پستی اور یورپ کی ترقی

اس قدر بحث کے بعد یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ یہ تحریک مغرب سے اٹھی، اور وہیں جوان ہوئی،

لیکن اس کا امنڈتا سیلاب دوسرے خطوں میں بسنے والی مسلم اقوام کو کیوں بہالے گیا؟ یا انھوں نے اس ذہنی غلامی کو کیوں قبول کیا؟ اس کا جواب تاریخ میں محفوظ ہے کہ اٹھارویں صدی کا آخری اور انیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ تھا جب مغربی قوموں کا ملک گیری کا سیلاب ایک طوفان کی طرح اسلامی ممالک پر امنڈ آیا، انیسویں صدی کے نصف آخر تک پہنچتے پہنچتے بیشتر مسلمان قومیں یورپ کی غلام ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں کا قومی غرور دفعتہً خاک میں مل گیا گویا نشہ اتر گیا تھا، مگر توازن ابھی تک بگڑا ہوا تھا، ایک طرف ذلت کا شدید احساس تھا جو اس حالت کو بدل دینے پر اصرار کر رہا تھا، دوسری طرف صدیوں کی آرام طلبی اور سہولت پسندی تھی جو تبدیلی حالت کا سب سے آسان اور سب سے زیادہ قریب کا راستہ ڈھونڈنا چاہتی تھی، تیسری طرف سمجھ بوجھ اور غور وفکر کی زنگ خوردہ قوتیں تھیں جن سے کام لینے کی عادت سالہا سال سے چھوٹی ہوئی تھی۔ ان سب پر مزید وہ مرعوبیت اور دہشت زدگی تھی جو ہر شکست خوردہ غلام قوم میں فطرۃً پیدا ہو جاتی ہے، ان مختلف اسباب نے مل جل کر اصلاح پسند مسلمانوں کو بہت سی عقلی وعملی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا، ان میں سے اکثر تو اپنی پستی اور یورپ کی ترقی کے اسباب سمجھ ہی نہ سکے، اور جنھوں نے ان کو سمجھا ان میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ ترقی کے دشوار گذار راستوں کو اختیار کرتے، مرعوبیت اس پر مستزاد تھی، اس بگڑی ذہنیت کے ساتھ ترقی کا سہل ترین راستہ جو اُن کو نظر آیا وہ یہ تھا کہ مغربی تہذیب وتمدن کے مظاہر کا عکس اپنی زندگی میں اُتار لیں، اور اُس آئینہ کی طرح بن جائیں جس کے اندر باغ و بہار کے مناظر تو موجود ہوں مگر در حقیقت نہ باغ ہو، نہ بہار۔

یہی بحرانی کیفیت کا زمانہ تھا، جس میں مغربی لباس، مغربی معاشرت، مغربی آداب واطوار، حتیٰ کہ چال ڈھال، اور بول چال تک میں مغربی طریقوں کی نقل اتاری گئی۔ اخلاق، معاشرت، معیشت، سیاست، قانون، شائستگی حتیٰ کے مذہبی عقائد اور عبادات کے متعلق بھی جتنے مغربی نظریات یا عملیات تھے، ان کو کسی تنقید اور کسی فہم وتدبر کے بغیر اس طرح تسلیم کر لیا گیا کہ گویا وہ آسمان سے اتری ہوئی وحی ہیں جس پر "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کہنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

ہم نے مختلف تہذیبوں کا مختصراً تعارف کرایا ہے۔ اور اسلامی نظریات کو پیش کر کے ہر مکتب فکر کے اہل علم حضرات کو تقابلی مطالعہ اور تقابلی مشاہدہ کی دعوت دی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ غیر جانبدارانہ فیصلہ کریں، اور نئی نسل کو ایک صالح معاشرہ دیں۔